

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة البقرة

(۲۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ، قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ،
وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۔ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ، قُلْ : الْعَفْوَ ۔

وہ تم سے جوئے اور شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں، (اس لیے کہ یہ بھی ان کے ہاں غریبوں کی مدد کا
ایک ذریعہ ہیں)۔ کہہ دو کہ ان دونوں کا گناہ بہت بڑا ہے اور (اس میں شبہ نہیں کہ) لوگوں کے لیے ان میں
کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے ان فائدوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور پوچھتے ہیں کہ (اچھا، یہ

[۵۷۷] عرب جاہلی کی روایات میں اس کی جو صورت بیان ہوئی ہے، وہ یہ تھی کہ جب سرما کا موسم آتا، شمال کی ٹھنڈی
ہوائیں چلتیں اور ملک میں قحط کی سی حالت پیدا ہو جاتی تو لوگ مختلف جگہوں پر اکٹھے ہوتے، شراب کے جام لٹکھاتے اور
سرور و مستی کے عالم میں کسی کا اونٹ یا اونٹنی پکڑتے اور اسے ذبح کر دیتے۔ پھر اس کا مالک جو کچھ اس کی قیمت مانگتا، اسے
دے دیتے اور اس کے گوشت پر جو کھیلنے۔ اس طرح کے موقعوں پر غرباء و فقرا پہلے سے جمع ہو جاتے تھے اور ان جو کھیلنے والوں
میں سے ہر شخص جتنا گوشت جیتتا جاتا، ان میں لٹاتا جاتا۔ عرب جاہلی میں یہ بڑی عزت کی چیز تھی اور جو لوگ اس قسم کی
تقریبات منعقد کرتے یا ان میں شامل ہوتے، وہ بڑے فیاض سمجھے جاتے تھے اور شاعران کے جو دو کرم کی داستانیں اپنے
قصیدوں میں بیان کرتے تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ ان تقریبات سے الگ رہتے، انھیں برم کہا جاتا جس کے معنی عربی
زبان میں بخیل کے ہیں۔ جوئے اور شراب کی یہی منفعت تھی جس کی بنا پر یہ سوال پیدا ہوا ہے۔

[۵۷۸] اصل الفاظ ہیں: 'إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا'۔ قرآن کے اس جواب سے واضح ہے کہ دین میں حرماتوں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى - قُلْ : اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ، وَاِنْ تُخَالِطُوهُمْ

تو واضح کیجیے کہ) کیا خرچ کریں؟ کہہ دو کہ وہی جو ضرورت سے زیادہ ہے۔ اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنی
آیتوں کی وضاحت کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت، دونوں کے معاملات میں غور کرتے رہو۔ اور پوچھتے ہیں کہ
(جنگ ہوئی اور لوگ مارے گئے تو اُن کے) یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ کہہ دو: جس میں اُن کی بہبود
ہو، وہی بہتر ہے۔ اور اگر تم (اُن کی ماؤں سے نکاح کر کے) اُنہیں اپنے ساتھ شامل کر لو تو وہ تمہارے بھائی

کی بنیاد اخلاقی مضرت ہے۔ اسے اشیا یا اعمال کے دوسرے فوائد اور نقصانات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت
میں 'نفع' کے بالمقابل 'اثم' کا لفظ استعمال کر کے قرآن نے یہی بتایا ہے۔ مادی یا طبی فوائد اور نقصانات کا تقابل پیش نظر ہوتا
تو اس کے بجائے ضرر کا لفظ استعمال کیا جاتا۔

[۵۷۹] یعنی بار بار پوچھتے ہو تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حال اور مستقبل کی ذاتی اور کاروباری ضرورتوں کے علاوہ جو
کچھ تمہارے پاس موجود ہے، وہ معاشرے کا حق ہے۔ اللہ کی راہ میں انفاق کے تمام مطالبات اسی سے متعلق ہیں۔ دین و
شریعت کی رو سے انفاق کی جو ذمہ داری ایک مسلمان پر عائد ہوتی ہے، یہ اس کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے کوئی مطالبہ
اللہ تعالیٰ نے اس سے نہیں کیا ہے۔

[۵۸۰] یہ کسی بات کو مجمل چھوڑ کر بعد میں لوگوں کے پوچھنے پر اس کی وضاحت کا فائدہ بتایا ہے کہ اس سے لوگوں کو دنیا
اور آخرت کے معاملات میں غور و فکر کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”اوپر کے سارے سوالات پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ سوالات جو پیدا ہوئے تو محض اس وجہ سے پیدا ہوئے کہ لوگوں کی
نگاہوں میں عام طور پر وہ توازن نہیں ہوتا جو دین اور دنیا، دونوں کے فوائد و مصالح کو صحیح صحیح تول سکے۔ اس عدم توازن کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ اگر دین داری کی طرف میلان ہو تو لوگ دین کو نری رہبانیت بنا کر رکھ دیتے ہیں، یہاں تک کہ جنگ و جہاد،
خواہ کسی حالت میں بھی ہو، ان کے ہاں خلاف تقویٰ قرار پا جاتا ہے۔ اور اگر دنیا داری کی طرف میلان ہوگا تو جوئے اور
شراب جیسی چیزوں کو بھی محض اس خیال کی بنا پر نیکی قرار دینے کی کوشش کریں گے کہ آخران میں بھی تو کچھ پہلو فائدے کے
ہیں۔ قرآن نے فکر انسانی کی تربیت کی جو راہ اختیار کی ہے، وہ اس عدم توازن کو دور کر کے اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ دنیا
اور آخرت، دونوں کا حق صحیح صحیح پہچان سکے۔“ (تذکر قرآن ۱/۵۱۷)

[۵۸۱] یعنی اس معاملے میں اصل مقصود یتیموں کی بہبود ہے، اسے ہر حال میں پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ مقصد اگر ان کے

فَاِخْوَانُكُمْ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ، وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاعْتَنَكُمُ ،
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَ ، وَلَا مَآءَ مُؤْمِنَةٍ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ
وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ، وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا ، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ

۵۸۱ ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ کون بگاڑنے والا ہے اور کون اصلاح کرنے والا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو (اس کی اجازت
نہ دے کر) تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بے شک، اللہ زبردست ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔ ۵۸۲-۲۱۹-۲۲۰

اور (یتیموں کی بہبود کے مقصد سے بھی) مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے
آئیں۔ اور (یادرکھو کہ) ایک مسلمان لونڈی کسی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو۔
اور اپنی عورتیں بھی مشرکوں کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور (یادرکھو کہ) ایک

معاملات کو الگ رکھ کر حاصل ہوتا ہے تو یہی کرو اور اگر اپنے ساتھ شامل کر کے زیادہ بہتر طریقے پر اسے حاصل کر سکتے ہو تو اس
میں بھی کوئی حرج نہیں۔ جس چیز میں ان کی بہتری ہو، وہی بہتر ہے۔

[۵۸۲] یہ تنبیہ کا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ لوگوں کی نیت اور ارادے اللہ تعالیٰ
سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ وہ جانتا ہے کہ اس اقدام سے کس کے پیش نظر یتیم کی بہبود ہے اور کون اس پردے میں کوئی دوسرا مقصد
حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہذا کوئی اس اجازت سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔

[۵۸۳] یعنی اگر یتیموں کو ساتھ شامل کیے بغیر ان کی اور ان کے معاملات کی دیکھ بھال کا مطالبہ کیا جاتا تو تم ایک بڑی
مشقت میں پڑ جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، انھوں نے بڑا کرم فرمایا کہ تمہارے لیے سہولت کے ساتھ نیکی اور خدمت کی
ایک راہ کھول دی۔ اس پر تمہیں اپنے پروردگار کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو گے تو یاد
رکھو کہ وہ عزیز بھی ہیں۔ ان کی پکڑ سے کوئی تمہیں بچا نہ سکے گا۔

[۵۸۴] اس سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ خاص انھی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی دوسری
قوم اگر ان کی طرح شرک کو بحیثیت دین اختیار کیے ہوئے ہو تو اس کو بھی اسی کے تحت سمجھنا چاہیے۔ یہود و نصاریٰ بھی شرک
جیسی نجاست سے آلودہ ہیں، لیکن وہ چونکہ اصلاً توحید ہی کے ماننے والے ہیں اور شرک سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، اس
لیے یہ حکم ان سے متعلق نہیں ہے۔

مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ - أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ، وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى
الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ، وَ يُبَيِّنُ إِلَيْهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

مسلمان غلام کسی مشرک شریف زادے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو۔^{۵۸۵} یہ (مشرک لوگ تمہیں)
دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی توفیق سے جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے،^{۵۸۶} اور لوگوں کے لیے
اپنی آیتوں کی وضاحت کرتا ہے تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔ ۲۲۱

[۵۸۵] یہ وضاحت اس لیے فرمائی ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی کی پسند اور ناپسند کے معیارات میں جو تبدیلی لازماً
ہونی چاہیے، وہ لوگوں پر واضح ہو جائے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

”اسلام میں پسند اور ناپسند کے لیے معیار نہ ظاہری شکل و صورت ہے، نہ نسل و نسب اور نہ آزادی اور غلامی، بلکہ ایمان اور
عمل صالح ہے۔ اس وجہ سے اب تمہارے رشتے ناتے ذاتوں اور برادر یوں کے پابند نہیں رہ گئے، بلکہ عقیدے اور عمل کے
تابع ہو گئے ہیں۔ قریش کی ایک مہ جبین شہزادی تمہارے لیے دکھائی کی ہے، اگر وہ ایمان کے زیور سے آراستہ نہیں ہے اور
سواحل افریقہ کی ایک کالی کلوٹی لونڈی تمہارے لیے حورِ حُجّت ہے، اگر اس کا دل جمالِ ایمان و اسلام سے نورانی ہے۔“

(تذکرہ قرآن ۱/۵۱۹)

[۵۸۶] یہ اس ممانعت کی حکمت بتاتی ہے کہ مشرکوں کے ساتھ اس طرح کا تعلق پیدا کرو گے تو گویا اپنے گھر کو جہنم کی
دعوت کا مخاطب بناؤ گے، اس لیے کہ شرک پر اصرار کرنے والوں کے لیے نہ خدا کی مغفرت میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان کے
لیے اس کی جنت کے دروازے کبھی کھل سکتے ہیں۔ یہ اپنا گھر جلانے کے لیے آگ خریدنا ہے۔ اس طرح کی حماقت کوئی شخص
ہوش و حواس کے ساتھ نہیں کر سکتا۔

[باقی]